بلوچستان کے قبائل میں عورتوں پر سماجی اور معاشرتی پابندیاں
شرعی نقطہ نظر سے ایک تحقیقی جائزہ

Social And Societal Restrictions on Women in The Tribes of Balochistan, A Research Review from A Shariah Perspective

Amir Zaman Kakar
PhD Scholar Department of Islamic Studies BZU Multan
Email: amirzamana575@gmail.com

Saba Hanif
M.Phil Scholar Superior University Lahore
Email: sabahanif344@gmail.com

Dr. Syed Attaullah Bukhari
Lecturer Islamic Studies
Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto University of Law Karachi
Email: Syedattaullah@szabul.edu.pk

Abstract

Islam is the leading religion of humanity. In Islam every individual in the society has complete freedom. There is no social restriction on any member of the society including women society is shared by both men and women, but tribal society is generally considered to be a men's society. In tribal society women opinions are not respected and their social activities are not allowed as in Jahili period ,women are living a difficult life under various tribal rituals. There are many social restrictions on women. Women's scope is limited to domestic responsibilities even within the walls of the house, a woman does not have the authority that a man has .at every stage of life, women were victims of degradation. Although Islam has empower women to enter every field. Women were involved in every field of life including education, trade and agriculture during the Prophet's era the prophet's biography is full of such examples. Islam completely abolished the ignorant custom and gave the girl the right to live the education and training of the girl child was considered a reward and grieve on her birth was considered contrary to Islamic education. marriage is subject to the permission of the girl. And declared the dowry as the right of the bride. The widow has been given complete authority to marry or not. Faxed women's shares in inheritance tribal social restrictions are against Islamic Teachings.

Keywords: Women, tribal life, social restrictions, Islam

تعارف

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، باقی تمام مخلوقات کو اسی کیلئے مخدوم بنایا۔ نوع بنی آدم میں مختلف جنس ونوع اور مختلف صفات کے حامل افراد پیدا کیے مرد وعورت، بیمار صحت مند، کمزور طاقتور، سخی بخیل، بہادر بزدل الغرض کمایشاء تخلیق فرمائے لیکن سوائے چند مخصوص فطرتی حقوق وصفات کے تمام بنی نوع آدم برابر ہیں، کسی کو کسی

پر کوئی برتری سوائے تقویٰ کے نہیں ہے۔ مرد عورت، غلام آزاد، بیمار صحت مند، کمزور طاقتور، کالا گورا، عجمی عربی سارے Equal ہیں۔ جنس ونوع، ذات، قومیت، شکل وصورت کی بنیاد پر جو من گھڑت تصورات پیدا کئے گئے ہیں، اسلام انکو رد کرتا ہے۔ دور جاہلیت میں جنس کو بنیاد بنا کر مرد اور عورت کے حقوق عزت ووقار میں کھلا تضاد موجود تھا۔ عورت کے حقوق کی سرے سے بنیاد ہی نہیں تھی، عورت کو ایک ناسور اور مرد کے مقابلے میں کمتر سمجھتے تھے ہر وقت عورت پر ظلم وستم کے پہاڑ کھڑے کر دیتے تھے، عورت کیلئے کسی قسم کی خود مختاری کا تصور بھی نہیں تھا، عورت کو صرف کام کاج اور جنسی خواہشات کی تسکین کیلئے استعمال کرتے تھے الغرض زندگی کے ہر موقع پر عورت کے ساتھ ناروا سلوک کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس تفریق کو جڑ سے اکھاڑ کر عورت کو عزت کے ساتھ جینے کا حق دیا ،عورت کے ساتھ امتیازی سلوک کی سختی کے ساتھ تردید کی، ماسوائے چند ایک فطری حقوق کے جو فطری صلاحیت و استعداد کی بنیاد پر ہوتے ہیں، عورت کو مرد کے ساتھ تمام حقوق میں برابر کر دیا۔

دور جاہلیت کی طرح قبائلی معاشرہ بنیادی طور پر مردوں کا معاشرہ ہے جس میں عورت کو آدھا مرد کہا جاتا ہے تمام تر معاملات کا کلی و جزوی اختیار اور ذمہ داری مرد کے سپرد ہے۔ قبائلی معاشرے میں عورت کا مقام مرد کے مقابلے میں بہت پست ہے، خواتین کے فرائض میں صرف اور صرف گھریلو کام کاج شامل ہیں لیکن گھر کی چار دیواری میں بھی عورت کو وہ آزادی میسر نہیں جو مرد کو حاصل ہے۔

عورت کو تمام حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، پیدائش سے لے کر موت تک عورت کو جو حقوق اسلام نے دیے ہیں عورت کو ان سے محروم رکھا جاتا ہے نہ انکی پیدائش پر خوشی منائی جاتی ہے اور نہ اسکی وفات پر ماتم کیا جاتا ہے۔

ذیل میں ان تمام بنیادی حقوق کو شرعی نقطہ نظر کے ساتھ بیان کریں گے جن سے دور جدید میں عورت کو ایک قبائلی معاشرے میں محروم رکھا گیا ہے۔

بچی کی پیدائش پر ماتم:

دور جاہلیت میں لوگ لڑکی کی پیدائش پر ناخوش ہوتے تھے، بچی کی پیدائش کو عار سمجھتے تھے، بچی پیدا کرنے والی ماں کو طلاق دیتے تھے، بچی کو زندہ درگور کرتے تھے، بلوچستان کے قبائل میں آج بھی یہ دستور موجود ہے بچی کی پیدائش کو ایک قسم کا بوجھ اور تکلیف سمجھا جاتا ہے، بیٹی کی پیدائش پر کسی قسم کی خوشی نہیں منائی جاتی ہے۔ محمد سردار خان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں بچی کی پیدائش کو خدا کی ایک بدترین لعنت تصور کیا جاتا ہے(1،) بچی کی پیدائش پر گھر میں ایک غم کی فضا ہوتی ہے خاص کر جب گھر میں بچیوں کی تعداد بچوں سے زیادہ ہو تو سارے گھر والے غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں، بچے کی پیدائش پر وقتاً فوقتاً تقریبات منعقد کی جاتی ہیں لیکن بچی کی پیدائش پر کسی قسم کی کوئی تقریب نہیں ہوتی ہے۔

بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، بیٹی کو بوجھ اور عار سمجھنا کفار مکہ کا طرہ امتیاز تھا۔ اللہ تعالیٰ کفار مکہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم(2)

ان میں سے جب کسی کو لڑکی کو خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اسے زندہ در گور نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھا اور نہ اس کے مقابلے میں لڑکوں کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔(3)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو لڑکیوں کے بارے میں آزمایا گیا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو وہ لڑکیاں اس کو جہنم سے بچانے کیلئے ڈھال بن جائیں گی۔(4)

لہذا یہ غیر اسلامی رسم ہے اسلام نے اس رویہ کو یکسر مسترد کر دیا ہے لڑکی کو بھی جینے کا حق دیا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے اس میں کوئی انسانی عمل کا دخل نہیں ہے لہذا اس غیر اسلامی عمل سے مکمل طور پر احتراز لازم ہے، انسان کو ہر وقت اللہ کے حکم کے سامنے جھکنا چاہیے۔

بچیوں کی تعلیم پر پابندی:

اکیسویں صدی کے جدید دور میں بھی بلوچستان کی بچیاں تعلیم جیسے اہم زیور سے محروم ہیں، تعلیم کی اہمیت وافادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا بلاشبہ آج بھی دنیا پر تعلیم یافتہ اقوام راج کر رہی ہیں۔ لیکن ایک حالیہ
رپورٹ کے مطابق

بلوچستان میں اس وقت لڑکیوں کی شرح خواندگی صرف 17 فیصد ہے یعنی 83 فیصد لڑکیاں اس وقت بھی بنیادی تعلیم سے محروم ہیں سروے کے مطابق 27 لاکھ بچوں میں سے 19 لاکھ بچے سکول نہیں جاتے ہیں**(5)**

باوجود اسکے کہ چند سالوں سے بلوچستان میں تعلیمی ایمرجنسی نافذ ہے لیکن یہ حکومتی مدعا صرف کاغذات کی حد تک محدود ہیں۔ رجعت پسند معاشرتی رویہ، تعلیمی ناپسندیدگی، حکومتی تعلیمی سہولیات کا فقدان، کئی کلومیٹر بعد ایک بوسیدہ عمارت آپ کو ملے گی جس میں بنیادی سہولیات نہیں ہوں گی۔ مضافات میں سکول نہ ہونے کی وجہ سے اکثر بچیاں تعلیم سے محروم ہیں اور سب سے بڑھ کر بچیوں کی تعلیم میں رکاوٹ وہ غیر اسلامی سوچ ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ غیر شرعی ہے اور اس میں بے پردگی ہے۔ حیران کن بات تو یہ ہے کہ یہاں بنات کے مدارس بھی نہیں ہیں، نورانی

قاعدہ اور چند قرانی سورتوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے خواتین روزمرہ کے مسائل سے لاعلم ہیں۔ یہاں تک دیکھا کہ خواتین نماز تو پڑھتی ہیں لیکن یاد کسی کو نہیں ہے، اسلام کے بڑے بڑے عقائد سے غافل ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حصول علم مرد اور عورت دونوں کیلئے یکساں لازمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: **قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون** (6)

کہہ دیجیے کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہیں

یہ استفہام انکاری ہے کہ ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہے ارشاد نبوی ﷺ میں تو اس مزید وضاحت بیان ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: طلب العلم فرضة على كل مسلم (7) علم حاصل کرنا ہر مرد عورت پر فرض ہے

قبائل کی اسی سوچ کا کسی بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں، یہ صرف من گھڑت رسم ہے۔ حضرت عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا! جس کی بیٹی ہو اور اس نے اسے اچھا ادب سکھایا اور اچھی تعلیم دی اور اس پر انعامات کو وسیع کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دیے ہیں تو وہ بیٹی اس کیلئے جہنم سے رکاوٹ اور پردہ بنے گی (8) اس حدیث میں تو بیٹی کو صحیح ادب و تعلیم دینے پر جنت کی بشارت ہے، لہذا اسلام ہمیں بچیوں کو بھی تعلیم دینے کی تعلیمات دیتا ہے۔

قالت النساء للنبى غلبنا عليک الرجال فاجعل لنا يوماً لنا من نفسک فوعدمن يوما لقيهن فيه فوعظهن وامرهن فكان فيما قال لهن مامنكن امراة تقدم ثلاثة من ولدها الا كان لها حجابا فقالت امراة واثنين فقال واثنين۔(9)

عورتوں نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں گزارش کی کہ آپ کی جانب مرد ہم سے آگے نکل گئے لہذا ہمارے استفادے کیلئے بھی ایک دن مقرر فرمادیجئے، آپ ﷺ نے ایک روز کا وعدہ فرمایا، تم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنے تین بچے آگے بھیجے مگر وہ اس کیلئے جہنم سے آڑ ہو جائیں گے، ایک عورت نے عرض کی دو بچیاں، فرمایا! دو بچیاں بھی۔

اب دیکھے حضور ﷺ کا عورتوں کیلئے باقاعدہ ایک دن ان کی تعلیم کیلئے مقرر کرنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسلام بلا تفریق مرد اور عورت کی تعلیم و تربیت کا قائل ہے۔

تعلیم کے بغیرss ایک عورت نہ خانگی امور کو اچھے سلیقے سے انجام دے سکتی ہے نہ ہی اپنی اولاد کی اچھی تربیت کر سکتی ہے ایک تعلیم یافتہ عورت ہی گھریلو کام کاج، اولاد کی تربیت، شوہر کی خدمت اچھے طریقے سے کر سکتی ہے۔

لہذا جدید تقاضوں کے مطابق بنیادی عصری و دینی تعلیم بچیوں کیلئے بہت ضروری ہے جس کے ہماری گھریلو اور معاشرتی زندگی پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

پسند کی شادی پر پابندی:

لڑکی کی رضامندی کے بغیر والدین اور سرپرست ان کے رشتوں کا انتخاب کر لیتے ہیں، ان سے پوچھنے کو معیوب اور بے حیائی سمجھتے ہیں، رشتہ طے کرنے میں لڑکی کے انکار اور اقرار کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، رشتہ طے کرنے کا مکمل اختیار والدین اور سرپرست کو حاصل ہے، اکثر لڑکیوں کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ میرا رشتہ فلاں کے ساتھ طے ہو چکا ہے کئی مہینوں بعد پتا چلتا ہے، بعض علاقوں میں عام طور پر منگنی کم عمری میں ہی کر دی جاتی ہے اور رخصتی بلوغت کے بعد کی جاتی ہے مگر آج کل لڑکی سے اشارتاً رشتے کے بارے میں اس کی رائے معلوم کر لی جاتی ہے اگرچہ اس کے انکار اور اقرار سے کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ کم از کم رشتہ طے ہونے کی تو خبر ہوتی ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر عاقل، بالغ لڑکا اور لڑکی اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہیں، جہاں چاہے اپنا رشتہ طے کر سکتے ہیں کوئی سرپرست ان پر جبر نہیں کر سکتا، البتہ والدین کی نیک خواہشات کا لحاظ رکھنا بھی ممکن حد تک لازم ہے، رشتے کے بارے میں والدین اور سرپرست کی رضامندی و مشورے کو اہمیت دینی چاہیے کیونکہ والدین کی مکمل کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کا رشتہ وہاں طے کرلیں جہاں وہ ان کے لیے رشتہ میں خیر سمجھتے ہیں لہذا والدین سے مشورہ کر لینا چاہیے۔

حدیث مبارکہ میں ہے "ایما امرة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل باطل باطل (10)، جو عورت اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے"۔ اس حدیث میں بغیر ولی کے نکاح کو زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا گیا ہے شرعاً یہ بات طے ہو چکی ہے کہ بالغ اولاد اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے والدین اور سرپرست اپنی بالغ اولاد پر کسی قسم کا جبر نہیں کر سکتے۔ اللہ جل شانہ قرآن مجید میں فرماتے ہیں **فانکحوماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع**(11)- نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہیں۔ یعنی جو تمہیں پسند ہے ان سے نکاح کر لو۔

اور اگر کوئی اپنی بالغ اولاد کا اس کی رضامندی کے بغیر نکاح کر دے تو یہ جائز نہیں ہے۔ لا تنکح الایم حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہﷺ کیف اذنها قال ان تسکت (12)- غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اسکی اجازت کیسے ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسکی خاموشی ہی اسکی اجازت ہے۔

حق مہر لینے پر پابندی:

حق مہر کو بلوچی میں لب اور پشتو میں ولور کہا جاتا ہے اس سے مراد وہ رقم ہے جو عورت کو بطور حق مہر دیا جاتا ہے شرعاً یہ لڑکی کا حق ہے مگر یہاں والد یا سرپرست کو اس کا مالک سمجھا جاتا ہے صاحب زادہ حمید اللہ لکھتے ہیں

مہر شرعی منکوحہ یعنی لڑکی کا حق ہے اور بہت سے پشتون مہر لڑکی کو دینے کی بجائے اس رقم کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں ویسے مہر کا ایک چھوٹا سا حصہ تو ہر پشتون لڑکی کیلئے خرچ کرتا ہے لڑکی کیلئے گھر کا سامان زیور اور پوشاک اس رقم سے خرید کر دی جاتی ہے

لڑکی کو حق مہر دینے کی بجائے خود والد کھالیتے ہیں سرپرست ولور کے نام پر بھاری رقم حصول کر کے لڑکی کو رقم کی عوض فروخت کر دیتے ہیں عبد القدس درانی لکھتے ہیں

ولور کی صورت میں بھاری بھاری رقم وصول کیجاتی ہے اور اس طرح جس لڑکی کا ولور جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ باعث فخر ہے ولور پر قم زیادہ رکھنے کی نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر قرض لے کر اس رقم کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے

حق مہر کے حوالے سے دو سنگین لطیاں پائی جاتی ہے ایک تو ولور کے نام پر بھاری رقم لی جاتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ حق مہر میں تصرف کا اختیار مکمل طور پر والد اور سرپرست کو حاصل ہے

یہ دونوں غیر مستحسن افعال ہیں ابو العجفا السلمی فرماتے ہیں خطبنا عمر فقال الالا تغلو بصدق النسأ فانها لو كانت مكرمة فی لدنيا او تقوى عندالله لكان اولا كم بها النبى ما اصكسى بيٹی دق رسول الله امرأت من نسأ ولا اصدقت امر من بنانه اكثر من ثنتی عشر اوقيه حضرت العجفا السلمی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا خبر دار عورتوں کے مہر میں بڑھاو چڑھاو نہ کرنا کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت افزائی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو آپ ﷺ اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ یا کسی بیٹی کی مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں رکھا تھا

فخر اور تفاخر کیلئے زیادہ مہر رکھنا شرعاً ناپسندیدہ ہے اور شریعت مطہرہ میں حق مہر صرف اور صرف لڑکی کا حق ہے فان لمسها فلها المهر بما استحل اگر خاوند بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرے تو پھر اس کے بدلے بیوی کو حق مہر دے دیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں واتو النسآ صدقتھن نحلتہ اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے دو دین اسلام میں حق مہر لڑکی کا شرعی حق ہے والد اور سرپرست کو اس تصرف کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے ہاں لڑکی کی رضامندی کسی بھی چیز میں صرف کر سکتے ہیں

میراث اور نجی ملکیت پر پابندی

قبائلی معاشرے میں عورت کو میراث میں حصہ دینے کا کوئی تصور نہیں ہے اور نہ عورت کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائید اد جمع کرے۔ قبائلی معاشرے میں عورت پر مکمل طور پر اقتصادی پابندی ہے، عورت کسی قسم کا نہ لین دین کر سکتی ہے نہ اسکا کوئی ذتی مال و دولت ہوتا ہے بلکہ ہر قسم کے مال و جائید اد کا مالک ہمیشہ مرد ہوتا ہے اور مرد

کو تمام جائیداد میں کلی طور پر اجازت ہے کہ وہ کس طرح کماتا ہے اور کس طرح خرچ کرتا ہے، عورت سے لین دین کے بارے میں کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔

عورت کی کمائی پر مکمل طور پر پابندی ہے اگر کسی اور طریقے سے مثلاً بطور تحفہ، صدقہ، زکوٰۃ عورت کو کچھ نقدی مل جائے تو اس کا مالک بھی اس کا شوہر یا والد تصور کیا جاتا ہے۔ عورت کو میراث میں بھی حصہ دینے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ آج اس دور جدید میں دیہات تو چھوڑیں شہروں میں بھی لوگ عورت کو میراث میں حصہ نہیں دیتے ہیں اور عورت بھی اپنے رشتہ داروں سے حصہ لینے کو عار سمجھتی ہے یہ بہت ہی شرمندگی کی بات ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے حصہ کا مطالبہ کرے۔ میراث صرف ہر وقت بھائیوں کے درمیان برابر تقسیم کی جاتی ہے مثلاً دو بھائی ہیں تو میراث کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، تین بھائی ہیں تو میراث کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ میراث کی تقسیم صرف بھائیوں کے درمیان ہوتی ہے حتیٰ کہ اچھے خواص بھی اپنی بہن اور بیٹی کو محروم رکھتے ہیں۔

محمد سردار خان بلوچ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

میراث کے بارے میں تو بالکل تصور نہیں ہے کہ بیٹی کو بھی میراث میں حق حاصل ہے۔ بیٹی اور بیوی کسی بھی حیثیت سے وہ جائیداد میں کوئی حق نہ مانگ سکتی ہے اور بیوگی کی صورت میں نہ اسے اپنے مرحوم شوہر کے ترکے سے گزر اوقات کیلئے وظیفہ ملتا ہے۔(13)

قبائلی معاشرے میں مال و جائیداد کے حوالے سے عورت کا کسی بھی حیثیت سے کوئی حق نہیں ہے ہر قسم کی جائیداد کا اختیار اور ملکیت صرف مرد کے پاس ہوتا ہے۔

اسلام حقیقی معنوں میں عورتوں کے حقوق کی نمائندگی کرنے والا مذہب ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام کا قدیم تصور جاہلانہ رسوم کا خاتمہ ہے۔ قبل از اسلام میراث میں صرف انکو حصہ دیا جاتا تھا جو لڑنے کے قابل ہوتے تھے۔ اس اصول کے تحت عورتوں کو، بچوں کو میراث میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس رسم کو یکسر مسترد کیا جہاں اسلام نے عورت کو دیگر مثالی حقوق دیئے ہیں ان میں سے ایک حق میراث کا ہے۔

اللہ رب العزت نے میراث کے بارے میں واضح احکامات نازل کیے ہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا(14)

ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں مردوں کا حصہ ہے اور ان کے ترکے میں عورتوں کا بھی حصہ ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ عورت کا میراث میں حصہ دار ہونا یہ تو نصوص قرآنی سے ثابت

ہے اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اصحاب الفرائض میں مرد کی تعداد صرف چار ہے اور عورتوں کی تعداد آٹھ ہے۔

تقسیم میراث کی مختلف صورتیں ہیں۔کچھ صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتاہے،کچھ صورتوں میں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملتاہے،کچھ صورتوں میں صرف عورت کو حصہ ملتاہے، مرد محروم رہ جاتاہے اور صرف چار صورتیں ایسی ہیں جہاں مرد کو عورت سے زیادہ حصہ ملتاہے وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ تمام تر مالی ذمہ داریاں مرد پر عائد ہوتی ہیں۔ عورت پر کسی قسم کا مالی بوجھ نہیں ہوتاہے شادی سے قبل والدین پر اور شادی کے بعد شوہر پر تمام اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ،لہذا والدین اور دیگر رشتہ داروں کے انتقال کے بعد ترکہ میں مرد کی طرح عورت بھی حصہ دار ہے اس کے احکامات قران وسنت میں بالکل واضح ہیں عورت کو میراث سے صرف جاہلانہ رسم کی بنیاد پر محروم کرنا ظلم وزیادتی ہے۔یہ سراسر قرآنی احکامات کا انکار ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال قال رسول اللهﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة۔(15)

آپ ﷺ نے فرمایاجو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گاتو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی جنت کی میراث کاٹ لے گا۔ اسلام نے عورت کو ہر حیثیت سے میراث میں حصہ دیاہے بطور ماں، بہن، بیوی، دادی، لہذا جبری طور پر عورت کو میراث سے محروم کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والا سخت عذاب کا مستحق ہے۔

عورت کو ذاتی طور پر مال ودولت جمع کرنے کی مکمل اجازت ہے اسلام کے مقرر کردہ حدود میں رہ کر عورت کمانے میں اور خرچ کرنے میں مکمل طور پر آزاد ہے ۔عہد نبوی ﷺ میں مختلف صحابیات رضی اللہ عنھا نے مختلف امور سرانجام دیتی تھیں رزق حلال کماتی یعنی تجارت، مال مویشی دستکاری، زراعت، محنت مزدوری کے ذریعے پیسے کماتی تھیں۔ عہد رسالت میں صحابیات مختلف معاشی سرگرمیوں سے وابستہ تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ اپنے وقت کی ایک انٹرنیشنل تاجر خاتون تھی اسلامی تعلیمات میں عورت کو معاش کی دوڑ میں شامل ہونے کی اجازت ہے ممانعت کا ذکر کئی بھی موجود نہیں ہے۔ عورت کی اولین ذمہ داری اگرچہ گھریلو ذمہ داریاں، اہل وعیال کی نگرانی ہے تاہم وہ کسب معاش میں بھی اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حصہ لے سکتی ہے۔

بیوہ کی شادی:

متوفی عنھازوجھا یعنی جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے تو اگر اسکی اولاد ہو تو پھر وہ دوسری شادی نہیں کرتی ہے اور اگر اولاد نہ ہو یا چھوٹی ہو تو اس وقت بیوہ دیور کی ملکیت ہے۔ پشتو میں ایک ضرب المثل ہے "کنڈہ دلوردہ" یعنی بیوہ دیور کی

ملکیت ہے عموماً متوفی عنھا زوجھا اسی گھر کے اندر خاوند کے بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار سے شادی کرنے کی پابند ہے، گھر سے باہر کہیں اور شادی نہیں کر سکتی یہ قبائلی روایات کے خلاف ہے اگر چہ دیور کی ایک یا دو بیویاں پہلے سے بھی ہوں، بیوہ کی شادی سادگی سے منائی جاتی ہے اس میں صرف نکاح پڑھایا جاتا ہے اس میں نہ حق مہر دیا جاتا ہے اور نہ جہیز میں سامان دیا جاتا ہے بلکہ صرف ایجاب و قبول کرنے کے بعد ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔

اور اس کے برعکس اگر بیوی فوت ہو جائے تو شوہر اولاً اپنی سالی سے شادی کرتا ہے اور بیوہ کے والدین بھی اپنے پوتے کی دیکھ بھال کی خاطر دوسری بیٹی کا رشتہ دینے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

جب شرعاً والدین ایک بالغ لڑکی کو اس کی رضامندی کے بغیر نکاح پر مجبور نہیں کر سکتے ہیں تو پھر سسرال والے کو کیا اختیار ہے جو بیوہ کو بغیر کسی حق مہر کے اور اسکی رضامندی کے بغیر گھر کے اندر ہی اس کی شادی کروادیں شرعاً تو یہ بالکل ناجائز ہے، عدت کے بعد یہ ایک آزاد عورت ہے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ(16)

تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک روکے رکھیں پھر جب انکی عدت پوری ہو جائے تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے کریں اسکی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ لہذا بیوہ کو زبردستی دیور یا قریبی رشتہ دار کے نکاح میں دینا بغیر حق مہر کے بالکل جائز نہیں ہے۔

نتائج وسفارشات:

خلاصہ کلام یہ ہے دور جاہلیت کی طرح قبائلی معاشرہ بھی درحقیقت مردوں کا معاشرہ ہے جس میں بھی خواتین مختلف سماجی پابندیوں کے شکار ہیں اور تمام بنیادی حقوق سے محروم ہیں قبائلی معاشرے میں عورت پر لگائی گئیں درج بالا پابندیوں کا کوئی اخلاقی و اسلامی جواز نہیں ہے یہ ساری پابندیاں صرف جاہلانہ رسوم اور تنگ نظر معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں۔ اسلام میں بالا ذکر کردہ کسی بھی پابندی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اسلام حقوق نسواں کا علمبردار مذہب ہے ہمیں چاہیے کہ اپنے معاشرے کو عین اسلامی اصولوں کے مطابق بنائیں۔ اسلامی حدود میں رہ کر عورت کو مکمل آزادی دیں اور عورت کو وہ تمام حقوق بغیر چوں چرا اس کے دیں جو اسلام نے اسکو عطا کیے ہیں اور غیر شرعی رسوم کا مکمل طور پر خاتمہ کریں۔

حوالہ جات

(1)۔ محمد سردار خان بلوچ، تاریخ بلوچ رئیس و بلوچستان، نساء ٹریڈرز، کوئٹہ، 1989ء، ص189

(2)۔ القرآن، سورۃ النحل۔16:85

(3)۔ ابوداؤد۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، مکتبہ رحمانیہ، باب فی فضل من عال یتامیٰ، رقم الحدیث:5146

(4)۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج:2، ص:455

(5)۔ طبرانی۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ الزھر موصل۔ ج:10، ص:197، رقم الحدیث:10447

(6)۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ھل یجوز یجعل للنساء یوم علی حدہ۔ دارالسلام للنشر والتوزیع۔ ریاض۔2000۔ رقم الحدیث:101

(7)۔ محمد بن عبد اللہ۔ مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج:2۔ ص:278

(8)۔ محمد بن عبد اللہ۔ مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج:2۔ ص:279

(9)۔ ملا علی قاری۔ علی بن سلطان محمد۔ مرقاۃ۔ شرح مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح، باب استاذن امراۃ۔ ج:5، ص:2059

(10)۔ برہان الدین، ابوالحسن علی بن ابی بکر، الھدایہ مکتبہ حقانیہ۔ قصہ خوانی بازار پشاور۔ ج:2، ص294

(11)۔ صاحبزادہ حمید اللہ۔ پشتونیات۔ اسلامی پریس کوئٹہ 1970، ص:79

(12)۔ عبد القدوس درانی، پشتون کلچر، پشتون اکیڈمی کوئٹہ 1982ء۔ ص39

(13)۔ القرآن، سورۃ نساء، 4:4

(14)۔ محمد حنیف گنگوہی، غایۃ السعادیۃ، مکتبہ اشرفیہ لاہور، ج7، ص:157

(15)۔ محمد بن عبد اللہ مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح، ج:2، ص:285

(16)۔ القرآن۔ سورۃ نساء 7:4

(18)۔ مشکوٰۃ، کتاب الوصایا۔ فصل اول، ج2، ص197

(19)۔ یسین مطہر صدیقی، نبی اکرم ﷺ اور خواتین سماجی مطالعہ، نشریات لاہور، 2008، ص:140

(20)۔ ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی للمعرفۃ الصحابۃ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1994، ج:2، ص:260